تحریر:- ولیم سمرسٹ ماہم

ناقابلِ تسخیر

ترجمہ و تلخیص:- شفیق بریلوی

اس ماہ کی خاص کہانی

ولیم سمرسٹ ماہم ۱۸۷۴ء میں پیدا ہوئے۔ اسکول میں رسمی تعلیم کے بعد انہوں نے ڈاکٹری کی سند حاصل کی۔ مگر وہ معالج نہ بن سکے۔ انہوں نے ساری زندگی ڈرامے، ناول اور افسانے لکھنے میں گزار دی اور بڑا نام پیدا کیا۔ ان کی بیشتر تحریروں کو بین الاقوامی مقبولیت حاصل ہوئی اور دنیا کی تقریباً ہر زبان میں ان کی تخلیقات کا ترجمہ کیا گیا ـــــ ماہم نے ایک فرانسیسی خاتون سے شادی کی ــــ وہ خوبصورت چیزوں کے عاشق تھے۔ انہوں نے بڑی خوبصورت کہانیاں لکھیں۔ اور بہت خوبصورت زندگی گزاری۔ ایک دلکش مقام پر انہوں نے اپنی کوٹھی تعمیر کرائی اور آخر دم تک وہیں رہے ۱۹۶۵ء میں ان کا انتقال ہوا جو کہانی یہاں شائع کی جا رہی ہے وہ ان کے شہرہ آفاق ناولٹ UNCONQUERED کا مکمل اور جامع خلاصہ ہے۔ اس کہانی کو آپ محسوس کریںگے۔ اس میں بڑا تاثر ہے مشہور صحافی اور مجلہ "خاتونِ پاکستان" کے مدیر جناب شفیق بریلوی نے اس کا ترجمہ کیا ہے۔ مجھے یقین ہے یہ کہانی آپ پر بہت دنوں تک طاری رہے گی۔

ہنری واپس لوٹا تو ولسن کا باپ اسی جگہ پڑا ہوا تھا جہاں ہنری نے اسے زخمی کر کے گرا دیا تھا۔ اس کی بیوی دیوار سے ٹیک لگائے ہنری کے ساتھی ولسن کو خوفزدہ نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ وہ بار بار اپنے بالوں کو نوچتی اور وحشت زدہ سی ہو کر آسمان کو دیکھنے لگتی۔ ہنری کو واپس آتا دیکھ کر اس نے ایک چیخ ماری اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ ولسن میز کے قریب ہاتھ میں ریوالور لئے بیٹھا تھا۔ شراب کی بوتل اور گلاس اس کے سامنے رکھا ہوا تھا۔ ہنری آتے ہی اس کے پاس گیا۔ اس نے تیزی سے گلاس میں شراب انڈیلی اور ایک ہی سانس میں پی گیا۔ اس کے بال الجھے ہوئے تھے اور چہرے پر پانچ دھاریاں سی پڑی ہوئی تھیں۔ جن میں خون جھلک رہا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کسی نے انتہائی بے دردی سے اپنے نوکیلے ناخنوں سے اس کے چہرے کو نوچا کھسوٹا ہو۔

ولسن اس کے چہرے کو دیکھ کر بولا۔ "خوب درگت بنائی ہے اس نے تمہاری۔"

ہنری نے اپنے نچے ہوئے گال کو سہلاتے ہوئے کہا۔ "اس کا بس چلتا تو میری آنکھیں بھی نوچ لیتی۔ مگر

"اب ٹھیک ہوگئی۔ جاؤ تم اب اندر جاؤ۔"
ولسن نے فوری طور پر اس کی بات کا کوئی جواب
نہیں دیا۔ کچھ توقف کے بعد بولا: "چلا جاؤں ——
سوچ رہا ہوں جاؤں کہ نہ جاؤں۔"
"عجیب آدمی ہو تم —— نرے نچڑ ہو، اٹھے جاؤ نا۔"
ہنری نے کہا۔
ولسن کے قدم ڈگمگا رہے تھے۔ اسے ایک ہی خیال
ستا رہا تھا۔ کہیں ہنری اسے "لونڈیا" نہ کہہ دے۔ وہ
جھجکتے ہوئے کوٹھری کی جانب چلا۔ لوسی کی ماں بیتابانہ
دوڑ کر اس کا راستہ روکنے لگی۔ وہ کوٹھری کے دروازے
پر جم کر کھڑی ہوگئی۔ اس کی نظروں میں احتجاج تھا۔
ہنری نے جب یہ دیکھا تو وہ گلاس چھوڑ کر تیزی سے
دروازے کی طرف آیا۔ اور لوسی کی ماں کے بازوؤں کو پکڑ
کر زور سے دھکا دیا۔ وہ دور جا گری۔ پھر ہنری اس پر
اور اس کے شوہر پر ریوالور تان کر کھڑا ہوگیا۔ اور ولسن
سے بولا: "تم اندر جاؤ۔ میں انہیں سمجھ لوں گا۔" ولسن اندر
چلا گیا۔ مگر الٹے پاؤں واپس آکر بولا۔ "وہ تو بے سدھ پڑی
ہے۔"
"تو پھر کیا ہوا۔ تم اندر جاؤ۔ تھوڑی دیر میں اس کے
ہوش ٹھکانے آجائیں گے۔" ہنری نے کہا۔
"نہیں نہیں۔ میں تمہاری طرح وحشی نہیں۔" ولسن
نے جواب دیا۔
"تم واقعی بدھو ہو۔ آخر ٹھہرے نہ لونڈیا۔ یہ تمہیں
فوج میں کس نے بھیج دیا۔" ہنری نے اپنے تضحیک آمیز
انداز میں کہا کہ ولسن محجوب سا ہوگیا۔ اس نے موضوع
بدلنا چاہا اور ولسن سے بولا: "ہمیں جلد از جلد اپنی منزل
کی جانب روانہ ہو جانا چاہیئے۔"

"ہونہہ — منزل کی جانب۔" ولسن نے منہ بنایا۔
"ٹھیک ہے مگر مجھے شراب کی یہ بوتل تو ختم کر لینے دو۔"

ہنری صبح سے اپنے فوجی کاموں کے سلسلے میں
اس علاقے میں گھوم رہا تھا۔ تمام دن موٹر سائیکل پر پھرنے
کے باعث اس کا انگ انگ دُکھ رہا تھا۔ ویسے اُسے کچھ
زیادہ دور بھی نہیں جانا تھا۔ بس اگلے قصبے تک جو آٹھ
دس میل کے فاصلے پر واقع تھا۔ آج یوں بھی وہ کچھ
زیادہ تھک گیا تھا۔ شام کو لوسی کا واقعہ جو پیش آگیا
تھا وہ واقعہ جو محض لوسی کی تنک مزاجی کے سبب پیش
آیا۔ اگر وہ لڑکی تلخی و برہمی سے کام نہ لیتی تو شاید کچھ
نہ ہوتا۔ ہوا یہ کہ ہنری اور ولسن اپنے راستے سے بھٹک
گئے تھے۔ وہ عام شاہراہ کے بجائے ایک گلی کے موڑ
پر جا نکلے۔ یہاں انہوں نے راستہ دریافت کیا۔ لوگوں
نے ایک کسان کے گھر کی طرف اشارہ کر دیا کہ شاید وہاں
انہیں صحیح معلومات حاصل ہو جائیں۔
ان کی دستک پر ایک لڑکی نے دروازہ کھولا
جب انہوں نے اس سے اپنے مطلوبہ راستے کے متعلق
دریافت کیا تو خوبصورت خدوخال اور حسین جسم والی
نوجوان لڑکی نے اپنی لاعلمی کا اظہار کیا۔ مگر وہ واپس
جانے کے بجائے بے تحاشا اندر داخل ہوگئے۔ لڑکی کی
ماں نے انہیں راستہ بتا دیا۔ وہ لوگ ابھی کھانے سے
فارغ ہوئے تھے۔ میز پر شراب کی بوتل رکھی ہوئی تھی
اسے دیکھتے ہی ہنری جیسے دیوانہ ہوگیا۔ وہ پاگلوں کی
طرح شراب پر جھپٹا۔ تمام دن بلا کی گرمی پڑی تھی اور
اسے ایک قطرہ بھی نہیں ملا تھا۔ اس نے مزید شراب
کی فرمائش کی۔ کسان کی بیوی اور شراب لے آئی۔ وہ

تو لیس بھری ہوئی ـــــ ولسن نے بیس فرانک اسے دیئے۔ عورت نے شکریہ ادا کرنے کی ضرورت بھی نہ سمجھی خاموشی سے اس نے فرانک لے لیے۔ ہنری نے جب دو تین پیگ پی لئے تو بولا۔ "میں ایک جرمن کسان کا لڑکا ہوں۔ میری ماں نے مجھے پڑھایا اور اس کا خیال تھا کہ میں تجارت کروں۔ مگر تجارت کی طرف میرا رجحان بالکل نہیں تھا۔ میں نے میٹرک کیا اور زرعی کالج میں داخل ہوگیا۔"

ولسن اس کی باتیں سن رہا تھا اور اسکے ساتھ شراب نوشی میں مصروف تھا۔ نوجوان لڑکی بھی یہ باتیں سن رہی تھی اور دل ہی دل میں پیچ و تاب کھا رہی تھی۔ آخر اس سے نہ رہا گیا۔ وہ درمیان میں بول اٹھی۔ "تم تو راستہ پوچھنے آئے تھے، جو معلوم ہوگیا۔ اب اپنی شراب ختم کرو اور اپنا راستہ ناپو۔"

ہنری نے ابھی تک غور سے اس لڑکی کی جانب دیکھا ہی نہیں تھا۔ وہ بے حد حسین اور بڑی جاذب نظر تھی۔ اس کے جسم میں گداز تھا اور آنکھوں میں ایک عجیب قسم کی چمک تھی۔ اس نے اسے دیکھا تو دیکھتا ہی رہ گیا۔ جنگ کی ابتدا ہی سے وہ فرانسیسی حسن کے افسانے سن رہا تھا۔ فرانس تو حسین عورتوں کے لئے مشہور ہے۔ فرانسیسی دوشیزاؤں میں جو ایک ادائے دلبرانہ اور خوئے دالمانہ ہوتی ہے وہ جرمن لڑکیوں میں کہاں۔ کئی بار اس نے اپنی بیرک میں فرانسیسی لڑکیوں کی ستم طراز اداؤں کے بارے میں سنا تھا۔ ولسن کا خیال تھا کہ فرانس کی لڑکیوں میں ایک عجیب طرح کی سادگی اور پرکاری ہوتی ہے۔ وہ محبت کے لئے پیدا ہوتی ہیں۔ ہنری جب اس سے اشتیاق کے عالم میں پوچھتا کہ کیا واقعی فرانسیسی لڑکیوں کے حسن جہاں سوز کے تمام افسانے سچے ہیں تو ولسن جواب میں کہتا۔ "تم جب انہیں دیکھو گے تو خود اندازہ کرو گے کہ لڑکیاں صرف فرانس میں پیدا ہوتی ہیں۔" اور ہنری سوچتا۔ جلد ہی ایک ہفتے کے بعد وہ پیرس پہنچ جائیں گے۔ جہاں نازنینان فرانس ہوں گی۔ جن پر ہر قسم کے تجربے کرنے کے لئے نازی حکومت نے اپنے فوجیوں کو مکمل آزادی دے رکھی تھی۔

لڑکی کے تیور دیکھ کر ولسن نے ہنری کو خبردار کیا "اب پی بھی چکو اور چل کھڑے ہو۔" مگر ہنری کو سرور آرہا تھا۔ اس نے لڑکی سے کہا۔

"تم کسی کسان کی بیٹی تو معلوم نہیں ہوتیں۔"

"تو پھر کیسی معلوم ہوتی ہوں؟" لڑکی نے نفرت سے کہا۔

"یہ اسکول ٹیچر ہے۔" ماں درمیان میں بول پڑی

"اچھا! تو تم پڑھی لکھی لڑکی ہو، خوب۔" ہنری بولا۔

لڑکی نے تمکنت کے ساتھ اپنی گردن گھمائی۔ مگر ہنری مسلسل بے ڈھنگی اور بے سروپا باتیں کرتا رہا لڑکی کے تیوروں سے پتا چل رہا تھا کہ وہ سخت مشتعل ہے۔ اس کی بڑی بڑی سیاہ آنکھوں سے گویا خون ٹپک رہا تھا۔ لیکن وہ خاموش رہی۔ ولسن لڑکی کی ناراضگی کو تاڑ گیا۔ اس نے ہنری سے کہا:

ہنری، "تم خاصے نشے میں ہو۔ بہت پی چکے۔"

"نہیں تم بہت بولتے ہو۔ میں نشے میں نہیں ہوں۔" ہنری نے تلخی سے جواب دیا۔

اب لڑکی سے برداشت نہیں ہو سکا۔ وہ نفرت کے ساتھ چیخ پڑی۔ "ہاں وہ ٹھیک کہتا ہے۔ تم نشے

میں دُھت ہو۔ تم بہت پی چکے۔ اب یہاں سے چلے
جاؤ۔"

"اچھا میں چلا جاتا ہوں۔ لیکن اجازت دو کہ
جانے سے پہلے تمہارے خوبصورت رخساروں اور
گلابی ہونٹوں کو چوم تو لوں۔" ہنری نے لڑکی کو گھورتے
ہوئے کہا۔

لڑکی سہم کر پیچھے ہٹ گئی۔ ہنری نے جارحانہ انداز
سے آگے بڑھ کر اس کی نازک کلائی کو اپنے پنجے میں
جکڑ لیا۔ لڑکی تڑپ کر بولی "پاپا"۔

بوڑھا کسان دوڑ کر ہنری سے لپٹ گیا۔ ہنری
نے لڑکی کو چھوڑ دیا اور اپنی پوری قوت سے ——
کسان کے منہ پر ایک گھونسا رسید کیا۔ وہ زمین پر
ڈھیر ہو گیا اور ہنری نے لپک کر پھر لڑکی کو دبوچ لیا وہ
اس کی گرفت میں بجلی کی طرح تڑپ رہی تھی۔ اور
دونوں ہاتھوں سے ہنری کے منہ پر تڑاتڑ طمانچے لگا
رہی تھی۔ مگر ہنری قہقہے لگا رہا تھا۔ لڑکی جس قدر
اس کی گرفت سے آزاد ہونے کے لئے مچلتی، ہنری کی
گرفت اور مضبوط ہو جاتی اور اس کے قہقہوں میں اور
گونج پیدا ہو جاتی۔ وہ بھیانک قہقہے لگا رہا تھا۔
اس نے عالم وحشت میں لڑکی کے اوپر کا لباس پھاڑ دیا
لڑکی نے سہمناک نظروں سے اپنی ماں کو دیکھا جو ہنری
سے التجائیں کر رہی تھیں —— اور ہنری کہہ رہا تھا۔
"کیا ہم نے سب غلط سنا —— کیا فرانس کی کنواریاں
اپنے جرمن سپاہیوں کے ساتھ جوان کے لئے تڑپتے
ہیں۔ ایسا ہی سلوک کرتی ہیں۔"

ہنری کی دست درازیاں جب حد سے بڑھ گئیں
اور جب ہنری لڑکی کو بے بس کر کے کوٹھری کی جانب
وحشیانہ انداز میں گھسیٹ کر لیے جا رہا تھا تو لڑکی کی ماں
ہنری کا دامن پکڑ کر لپٹ گئی۔ اس نے بہت زور لگایا کہ
وہ اپنی لڑکی کو درندہ صفت ہنری کی گرفت سے
چھڑا لے۔ لیکن ہنری نے لڑکی کو اپنے ایک ہاتھ سے
دبوچ کر دوسرے ہاتھ سے اس کی ماں کو زور کا
دھکا دیا۔ وہ دیوار سے جا ٹکرائی اور ہنری مچلتی
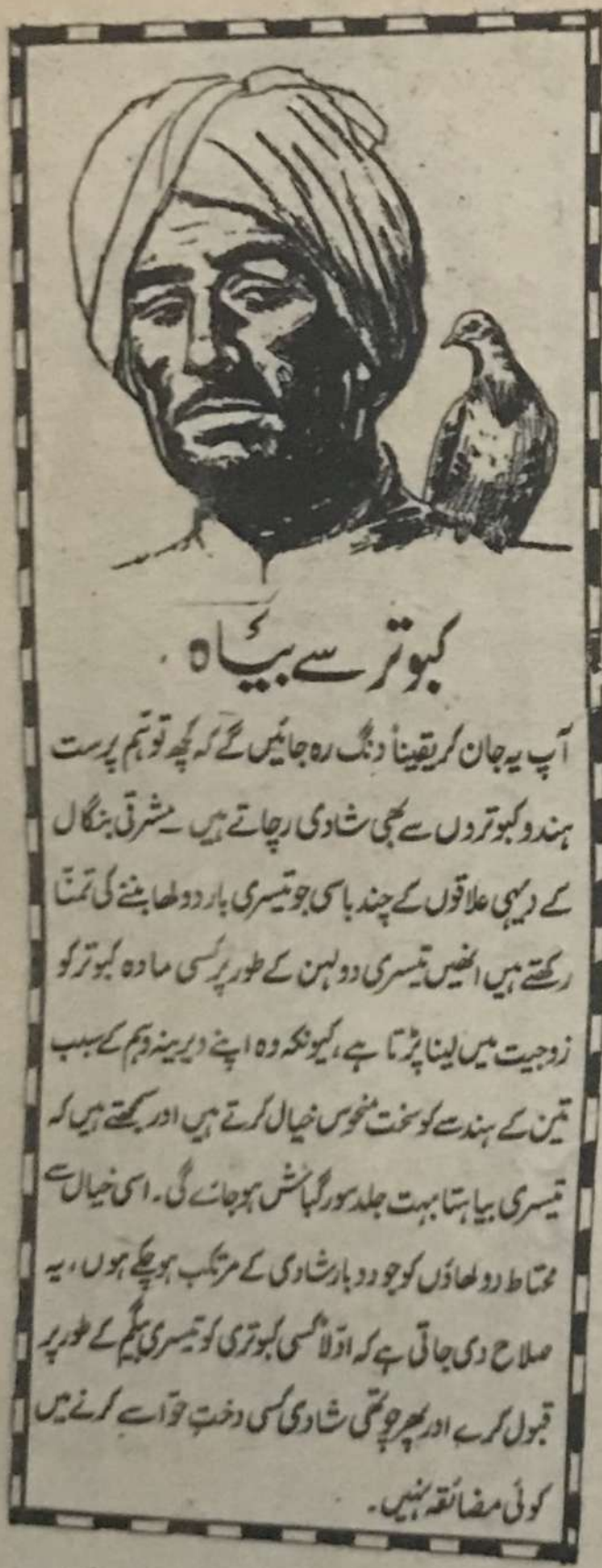
کبوتر سے بیاہ

آپ یہ جان کر یقیناً دنگ رہ جائیں گے کہ کچھ توہم پرست
ہندو کبوتروں سے بھی شادی رچاتے ہیں۔ مشرقی بنگال
کے دیہی علاقوں کے چند باسی جو تیسری بار دولہا بننے کی تمنا
رکھتے ہیں انھیں تیسری دولہن کے طور پر کسی مادہ کبوتر کو
زوجیت میں لینا پڑتا ہے، کیونکہ وہ اپنے دیرینہ وہم کے سبب
تین کے ہندسے کو سخت منحوس خیال کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ
تیسری بیاہتا بہت جلد سورگباش ہو جائے گی۔ اسی خیال سے
محتاط دولہاؤں کو جو دو بار شادی کے مرتکب ہو چکے ہوں، یہ
صلاح دی جاتی ہے کہ اولاً کسی کبوتری کو تیسری بیگم کے طور پر
قبول کرے اور پھر چوتھی شادی کسی دختر حوا سے کرنے میں
کوئی مضائقہ نہیں۔

تلملاتی اور بین کرتی ہوئی لڑکی کو دبوچ کر تیزی کے ساتھ خالی کوٹھڑی میں گھس گیا۔ لڑکی کے ماں باپ زخمی پرندوں کی طرح پھڑپھڑاتے رہ گئے۔ وہ وحشت زدہ نظروں سے ولسن اور اس کے ریوالور کو دیکھ رہے تھے۔

ہنری نے چلتے چلتے لٹے ہوئے والدین پر ایک نگاہ ڈالی۔ ان کی ہچکیاں بندھی ہوئی تھیں۔ ماں اپنا سر نوچ رہی تھی اور باپ رحم طلب نظروں سے دونوں جرمن فوجیوں کو دیکھ رہا تھا۔ ہنری کے چہرے پر فاتحانہ مسکراہٹ تھی۔ اسے ایک جرمن کہاوت یاد آئی۔ اس نے وہیں اسے دوہرا دیا "اے ماں تو ناحق آنسو بہاتی ہے۔ دیر یا سویر یہ تو ایک دن ہونا ہی تھا۔"

ہنری نے جیب سے سو فرینک کا ایک نوٹ نکالا اور کسان کو مخاطب کرتے ہوئے بولا۔ "لو بڑے میاں۔ یہ صاحبزادی کے نئے جوڑے کے لئے ہیں۔"

نوٹ اس نے میز پر چھوڑ دیا۔ اپنی آہنی ٹوپی سر پر رکھی اور ولسن سے بولا۔ "چلو بھئی۔ اب چلو۔" وہ دونوں اس گھر سے باہر نکل گئے۔ ماں نے کانپتے ہاتھوں سے دروازہ بند کیا اور کلیجے کو تھامے کوٹھڑی میں داخل ہو گئی۔ جہاں اس کی نوجوان لڑکی برہنہ حالت میں پلنگ پر نڈھال پڑی تھی۔ خون کے دھبے اس کے جسم کے مختلف حصوں پر موجود تھے۔ اس نے اسے غور سے دیکھا اور چادر ڈال کر اس کے جسم سے لپٹ گئی اور اتنا روئی کہ ہچکی بندھ گئی۔

تقریباً تین ماہ بعد ہنری پھر اس قصبے کی طرف

آیا تو اس نے سوچا کہ چلو اس لڑکی سے پھر ملاقات کی جائے۔ اس نے ریشمی موزے کی ایک جوڑی جیب میں رکھی اور موٹر سائیکل پر سوار ہو کر اس کوچے کی جانب روانہ ہو گیا جہاں وہ ستم رسیدہ خاندان رہتا تھا۔

وہ جلد ہی اس مکان پر پہنچ گیا۔ دروازے پر دستک دینی اس نے مناسب نہیں سمجھی بلکہ دندناتا ہوا مکان کے اندر داخل ہو گیا۔ وہی لڑکی سامنے بیٹھی آلو چھیل رہی تھی۔ اس نے جب فوجی وردی میں ملبوس اس شخص کو دیکھا تو اس کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ "تم پھر آ گئے۔ اب تم کیا چاہتے ہو" وہ چیختے ہوئے بولی۔

ہنری مسکرا کر رہ گیا۔ "تو گویا تم مجھے پہچان گئیں۔"

"تم"، لڑکی نے دانت پیستے ہوئے کہا۔ "تم کمینے، بزدل، ملعون۔" چھری پر اس کی گرفت سخت ہو گئی۔

"اُف فوہ۔ تم تو بھئی بہت ناراض معلوم ہوتی ہو۔" وہ مسکراتا ہوا آگے بڑھا۔ "اتنی برہم تو نہ ہو میری جان یقین کرو میں تمہیں ستانے نہیں آیا ہوں۔ دیکھو تو میں تمہارے لئے کیا لایا ہوں۔ یہ دیکھو تمہارے حسین پیروں کے لئے ایک خوبصورت ریشمی موزوں کا جوڑا۔"

لڑکی نے درشتی سے جواب دیا۔ "مجھے تمہارے موزوں کی ضرورت نہیں۔ تم میرے گھر سے باہر چلے جاؤ۔"

"ارے رے، پاگل پنے کی باتیں نہ کرو۔ چھری ہاتھ سے پھینک دو۔ مجھ سے باتیں کرو۔ مجھ سے خوفزدہ کیوں ہوتی ہو؟" ہنری نے موزہ اس کی طرف پھینکتے ہوئے کہا۔

لڑکی نے تیوری پر بل ڈالتے ہوئے کہا "نہیں

تم سے بالکل خوفزدہ نہیں۔" اس نے چھری زمین پر گرا دی۔

"ہونہہ" ــــــ ہنری نے اطمینان کی سانس لی۔ اپنا آہنی ہیٹ سر سے اتارا اور کرسی پر بیٹھ گیا۔ پھر چھری کو زمین سے اٹھاتے ہوئے بولا۔ "لاؤ میں چھیل دوں تمہارے آلو۔"

لڑکی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ہنری نے آلو اٹھایا اور چھیلنا شروع کر دیا۔ لڑکی بہت مضطرب اور حیران و پریشان ہنری کو تک رہی تھی اور ہنری مسکرا رہا تھا۔ اس کی آج کی مسکراہٹ اور پہلے کے قہقہوں میں بڑا فرق تھا۔ اس مسکراہٹ میں صلح کی التجا تھی اور ندامت کا احساس۔ لڑکی اپنے ہاتھ بے چینی سے مل رہی تھی ہنری نے اسے دیکھ کر کہا: "تم اس عتاب آلود اور غضبناک نگاہوں سے مجھے کیوں دیکھ رہی ہو۔ اس دن میں نے تمہیں کچھ ایسا زیادہ بھی نہیں ستایا۔ میں ذرا نشے میں تھا۔ سب ہی فوجی جرمن فتح کے نشے میں ہیں اور لڑکیوں کا خیال ہے کہ میں کوئی بدصورت شخص نہیں ہوں۔"

لڑکی نے اسکے پورے جسم پر نفرت کی نظر ڈالی اور

بولی۔ "نکل جاؤ ـــــ یہاں سے۔"

ہنری نے نہایت اطمینان سے کہا۔ "چلا بھی جاؤں گا۔ جب میرا جی چاہے گا مگر اے خوبصورت فتنہ ساماں لڑکی۔ ذرا اپنا نام تو بتاؤ۔"

وہ تڑخ کر بولی۔ "میرے نام سے تمہیں کیا سروکار؟"

اس کے رخسار غصے سے تمتما اٹھے۔ اس کی آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے۔ لڑکی کا جو نقش ہنری کی نظر میں تھا۔ اس وقت وہ اس سے زیادہ ہنری کو حسین نظر آئی۔ وہ ایک بدلی ہوئی اور زیادہ خوبصورت اور زیادہ دلربا نظر آرہی تھی۔ وہ کوئی دہقانی لڑکی نہیں بلکہ شہر کی کوئی مہذب لڑکی دکھائی دیتی تھی۔ اسے یاد آیا کہ پچھلی دفعہ اس کی ماں نے کہا تھا کہ وہ اسکول ٹیچر ہے۔ ہنری اپنے گھونگریالے بالوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولا۔ "تمہارے پاپا اور امی کہاں ہیں؟"

لڑکی نے اس بار آہستہ سے جواب دیا۔ "وہ کھیتوں پر کام کر رہے ہیں۔"

"ٹھیک" ـــــ ہنری نے اپنی گفتگو کا رُخ بدلا۔ "مجھے بھوک لگ رہی ہے جانِ من۔ کیا تم میرے لئے کچھ روٹی، پنیر اور ایک گلاس شراب کا بندوبست نہیں کر سکتیں۔ میں ان کی قیمت ادا کر دوں گا۔"

لڑکی بپھر کر بولی۔ "پنیر دیکھے ہمیں چار مہینے ہوگئے ہم کو پیٹ بھر روٹی بھی نصیب نہیں ہوتی۔ ایک سال ہوا ہمارے گھوڑے جنگ کے لئے حاصل کر لئے گئے اور اب وحشی جرمن نازیوں نے ہماری گائیں، بھیڑیں اور مرغیاں سب ہی کچھ ہم سے چھین لیا۔"

"مگر انہوں نے تمہیں اس کی قیمت بھی تو ادا کی۔" ہنری نے تیزی سے کہا۔

لڑکی اب رونے لگی تھی۔ "کاغذی قیمت! ہمارے کس مصرف کی۔ ہم اس سے کیا خریدیں جبکہ چیزیں ہی موجود نہیں۔"

"کیا تم بھوکی ہو؟" ہنری نے نرمی سے پوچھا۔

"نہیں" ـــــ لڑکی نے درشتی سے جواب دیا۔ "جو بھی روکھی سوکھی ہمیں میسر ہے۔ ہمارے لئے من و سلویٰ سے بہتر ہے۔"

"سنو میری خوبصورت ہرنی۔ میں کوئی ایسا برا آدمی نہیں۔ میں تمہارے لئے گوشت اور پنیر لاؤں گا۔"

"شکریہ تمہاری ہمدردی کا۔" لڑکی نے کہا "لیکن مجھے تمہاری کوئی چیز نہیں چاہیئے۔"

"خیر میں لاؤں گا۔" ہنری نے ہنستے ہوئے کہا۔ وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ ہیٹ پہنا اور "پھر ملیں گے" کہتا ہوا رخصت ہو گیا۔

ایک ہفتہ گزر گیا۔ پھر ایک دن ہنری آموجود ہوا کسان اور اس کی بیوی اس وقت باورچی خانے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ دونوں نے ہنری کو گھور کر دیکھا مگر کچھ زیادہ تعجب سے نہیں۔ لڑکی نے گزشتہ مرتبہ اس کے آنے کا تذکرہ ضرور اپنے والدین سے کیا ہوگا۔ وہ خاموش رہے۔ ماں کھانا پکانے میں لگی رہی اور باپ تیوریاں چڑھائے بیٹھا رہا۔ لیکن اس کے غم اور غصے کا یہ برتاؤ خوش باش ہنری کی ہمت شکنی کے لئے کافی نہ تھا۔

"کیسے مزاج ہیں۔" اس نے ڈھٹائی سے ہنستے ہوئے پوچھا۔ "آپ لوگوں کے لئے میں کچھ چیزیں لایا ہوں۔" ہنری نے وہ ڈبا جو وہ اپنے ساتھ لایا تھا۔ کھولا اور پنیر کا بڑا سا ٹکڑا گوشت اور کچھ مچھلیاں نکال کر میز پر رکھ

دیں۔ کسان کی بیوی ان چیزوں کو تکنے لگی۔ ہنری اس کی نظروں کو تاڑ گیا اور مسکرانے لگا۔ جب کسان نے ان چیزوں کو دیکھا تو ہنری اس طرح ہنسا جیسے انہیں پچکار رہا ہو۔

"مجھے افسوس ہے کہ پہلی بار جب میں یہاں آیا تھا تو کچھ بدمزگی پیدا ہو گئی تھی۔ مگر اس میں آپ لوگوں کی بھی غلطی تھی۔" ہنری یہ کہہ ہی رہا تھا کہ لڑکی آ گئی اور آتے ہی غضبناک لہجے میں چلائی۔

"تم پھر نازل ہو گئے۔" پھر اس کی نظر ہنری کی لائی ہوئی چیزوں پر پڑی۔ برق رفتاری سے اس نے انھیں سمیٹا اور ہنری کے منہ پر دے ماریں۔ "لے جاؤ سب یہاں سے۔" وہ دھاڑتی ہوئی بولی۔

مگر اسی لمحے اس کی ماں بھڑک کر بولی۔ "پاگل ہو گئی ہے لوسی۔"

"ہمیں نہیں چاہئیں ان کے یہ تحفے۔" لوسی نے اپنی ماں کو اسی مشتعل انداز میں جواب دیا۔

"ارے یہ سب چیزیں تو ہماری ہیں۔ یہ ان کی کہاں سے آئیں۔ انہوں نے سب کچھ ہم سے چھینا ہے۔" ماں نے ایک ایک کر کے ساری چیزیں بٹور لیں۔

ہنری جو خاموشی سے ماں اور بیٹی کی گفتگو سن رہا تھا۔ مسکرا کر بولا۔ "اچھا تو لوسی نام ہے تمہارا۔ کتنا پیارا نام ہے۔ مگر تیور بڑے بلا کے ہیں۔"

"ارے حسین لڑکی۔ کیا تمہیں اپنے ماں باپ کا بھی خیال نہیں۔ تم ان نعمتوں سے انھیں محروم کر رہی ہو تم ہی نے تو کہا تھا کہ تم لوگوں کو پنیر کھائے عرصہ ہو گیا۔"

لوسی کی ماں نے گوشت کے ٹکڑے کو سینے سے لگا لیا۔ اس کا دل چاہتا تھا کہ وہ اسے چوم لے۔

لوسی کے رخساروں پر آنسو ڈھلک رہے تھے۔ "اس رزق سے تو موت بہتر ہے۔" اس نے سسکیاں بھرتے ہوئے کہا۔

"بس اب خاموش بھی ہو جاؤ۔ ذرا سی پنیر اور گوشت کے ایک ٹکڑے میں کونسا بڑا گناہ ہو گیا۔" لوسی کی ماں نے کہا۔

ہنری اب اطمینان سے بیٹھ گیا۔ اس نے سگریٹ جلائی اور ڈبا کسان کی جانب بڑھا دیا۔ وہ قدرے ہچکچایا۔ مگر اس کی یہ ہچکچاہٹ عارضی ثابت ہوئی۔ جلدی سے اس نے ہاتھ بڑھا کر ڈبے میں سے ایک سگریٹ کھینچ لی۔ ہنری نے جب سگریٹ کی طرف اس کا یہ اضطراب دیکھا تو ڈبا اسے دیتے ہوئے بولا۔ "یہ آپ ہی

رکھیں: میرے پاس کیا کمی ہے ــــــ میرا خیال ہے اب ہمیں پچھلی باتیں بھول جانا چاہئیں۔ اب ہماری دوستی میں کیا چیز مانع ہے۔ ہونی تو ہو کر رہتی ہے۔ میرا مطلب ہے لوسی ایک تعلیم یافتہ لڑکی ہے۔ میں اسے پسند کرتا ہوں اور میری خواہش ہے وہ بھی مجھے پسند کرنے لگے۔ میں وقتاً فوقتاً آپ لوگوں کے لئے ضرورت کی چیزیں لاتا رہوں گا۔ اصل میں، میں تو یہاں کسی کو اپنا بنانا چاہتا ہوں۔ جب میں پہلی بار یہاں اپنے ساتھی ولسن کے ساتھ آیا تھا تو وہ ایک ایسا فعل تھا جو بے اختیار مجھ سے سرزد ہو گیا۔ اب جو ہو گیا سو ہو گیا۔ نہ جانے کیوں آپ لوگ مجھ سے اب تک خائف ہیں۔"

"تم نے کیوں ہمارا پیچھا لے لیا ہے۔ تم ہمیں اپنے حال پر کیوں نہیں چھوڑ دیتے۔ آخر ہم نے تمہارا کیا بگاڑا ہے؟" زخم خوردہ لوسی تڑپ کر بولی۔ اس کے لہجے میں شکستگی اور بڑا درد تھا۔

ہنری نے اس کے سوال کا جواب نہیں دیا۔ وہ اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ جیسے کوئی معقول جواب تلاش کر رہا ہو۔ وہ شاید اب ہمدردی اور محبت کی تلاش میں ادھر آیا تھا اور اس اجنبی جگہ اپنے لئے کوئی مستقل پُرسکون ٹھکانا چاہتا تھا۔

دو ہفتے گزر گئے۔ ہنری کسان کے گھر میں جو چیزیں چھوڑ گیا تھا۔ اس کا خیال تھا۔ انہوں نے ــــ بھیڑیوں کی طرح کھایا ہوگا۔ وہ ان پر پل پڑے ہوں گے۔ البتہ لوسی کے متعلق اسے شک تھا۔ ممکن ہے اس نے ان چیزوں کو ہاتھ نہ لگایا ہو۔ نہ جانے کیسے اس قدر وہ اس کے خیالوں میں بس گئی تھی۔ اس کے سینے میں رہ رہ کے چبھن ہوتی کہ آخر لوسی اس سے اتنی نفرت کیوں کرتی ہے۔ وہ سوچتا۔ فرانس کی دوسری لڑکیوں کے لئے تو اس میں بہت کشش ہے۔ یہ لوسی کیسی لڑکی ہے جو اس سے نفرت کے ساتھ پیش آتی ہے۔

آخر ایک دن پھر ہنری کو کسان کے گھر جانے کا موقع ہاتھ آ گیا۔ کچھ پنیر، مکھن، شکر، کافی اور سموسے لیکر وہ وہاں پہنچا تو لوسی گھر میں نہیں تھی۔ وہ اپنے باپ کے ہمراہ کھیت پر کام کر رہی تھی۔ ماں اکیلی گھر پر موجود تھی۔ ہنری کے ہاتھ میں بڑا سا ڈبا دیکھ کر اس کی آنکھوں میں خوشیاں ناچنے لگیں۔ ڈبا کھولتے ہوئے اس کے ہاتھ کانپنے لگے۔ وہ تیزی کے ساتھ ڈبے میں سے سامان نکالتے ہوئے بولی۔ "تم کتنے اچھے ہو۔"

ہنری نے ادب سے پوچھا۔ "کیا مجھے بیٹھنے کی اجازت ہے؟"

"ارے کیوں نہیں۔" وہ خندہ پیشانی سے بولی، اور کھڑکی میں سے کھیت کی طرف دیکھنے لگی۔

ہنری سمجھ گیا کہ وہ ڈر رہی ہے کہ کہیں لوسی نہ آ جائے۔

"شراب پیو گے؟" اس نے شفقت سے پوچھا

"بڑی خوشی سے" ہنری نے سعادتمندی سے جواب دیا ہنری کو معلوم تھا کہ آج اس کی تواضع میں کونسا محرک کام کر رہا ہے۔ ہنری نے یہ سوچ کر کہ شاید اس سے کوئی سمجھوتا ہو سکے۔ اپنے اسی نرم لہجے میں دریافت کیا۔ "گوشت کیسا تھا؟"

"بہت اچھا ــــ" لوسی کی ماں نے جواب دیا۔

"میں اور لا دوں گا۔ کیا لوسی کو بھی پسند آیا؟"

"وہ تو چھوتی تک بھی نہیں، بڑی ضدی لڑکی ہے"

کچھ دیر تک وہ ادھر ادھر کی باتیں کرتا رہا۔ وہ شراب کے گھونٹ اطمینان سے لیتا جاتا تھا اور لوسی کی ماں سے رازدارانہ انداز میں باتیں کرتا جاتا تھا۔ آج پہلی بار اسے معلوم ہوا کہ لوسی کی ماں کا نام مریم ہے۔ اس نے پوچھا کہ کیا ان کا کوئی عزیز و اقارب نہیں ہے۔

مریم نے ایک سرد آہ بھری۔ "نہیں، ایک بیٹا تھا۔ وہ جنگ میں کام آگیا۔"

ہنری نے تاسف کے لہجے میں کہا: "مجھے افسوس ہے میں نے تمہارے زخموں کو کریدا۔ مجھے معاف کر دو۔"

وہ دونوں بہت دیر تک گفتگو کرتے رہے۔ پھر ہنری جلدی آنے کا وعدہ کر کے چلا گیا۔

ہنری اب ہفتے میں دو بار ضرور یہاں آتا اور مریم کی مرغوب چیزیں ساتھ لانا کبھی نہ بھولتا۔ مگر لوسی سے کبھی اس کی نہ بنتی۔

اور ایک دن لوسی ہنری کو تنہا مل گئی۔ وہ اسے دیکھ کر تیز قدموں سے آگے بڑھنے لگی تو ہنری اس کا راستہ روک کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے سنجیدگی سے کہا "لوسی مجھے تم سے کچھ کہنا ہے۔"

"کہو جو جی میں آئے۔ کہو۔ میں ایک کمزور لڑکی ہوں۔ بے بس اور مجبور۔"

"سنو لوسی۔ خدا کے لئے سنجیدگی سے سنو، سنو! میں ہمیشہ یہاں رہنا چاہتا ہوں۔ مگر تم اپنے والدین سے کس قدر مختلف ہو۔ تمہارے اندر تو ذرا سی مروت بھی نہیں۔ تم بہت سنگدل ہو۔ تم میری بات ہی نہیں سنتیں۔"

لوسی یہ سن کر چمک کر بولی: "بتاؤں ــــ کیوں مجھ میں اپنے والدین کے برابر مروت نہیں۔ یہ دیکھو۔"

اس نے اپنا فراک اوپر کر لیا اور تن کر کھڑی ہو گئی۔ اس کے پیٹ کا ننگا حصہ صاف نظر آ رہا تھا۔ ہنری کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ جو کچھ وہ دیکھ رہا تھا اس پر اسے یقین نہیں آ رہا تھا۔ ہنری کے سینے میں اس وقت ایک ایسا طوفان برپا تھا جس سے وہ پہلے کبھی آشنا نہیں ہوا تھا۔ اس کا چہرہ تمتما اٹھا۔ وہ ٹکٹکی باندھے لوسی کے غیر معمولی اُبھرے ہوئے پیٹ کو دیکھ رہا تھا۔ لوسی نڈھال ہو کر کرسی پر گر پڑی اور دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ چھپا کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ پھر سسکیاں بھرتے ہوئے بولی۔ "ذلت و رسوائی کی اس زندگی سے موت اچھی ــــ مگر مجھے تو موت بھی نہیں آتی۔"

ہنری دیوانہ وار لوسی کی جانب لپکا کہ اس کو گلے لگائے مگر لوسی تڑپ کر کھڑی ہو گئی اور ہنری کو دھکا دیتے ہوئے چلائی۔ "مجھے ہاتھ مت لگاؤ۔ ہٹ جاؤ۔ دور ہٹ جاؤ۔ سانپ بھی ڈسنے کے بعد مردہ جسم پر بار بار پھن مارتا ہے۔"

لوسی یہ کہہ کر تیزی سے کمرے سے نکل گئی۔ ہنری ساکت و صامت چند لمحے وہیں کھڑا رہا۔ اس کا ذہن چکرا رہا تھا۔ وہ بھاری قدم اٹھاتا اپنے ٹھکانے پر واپس آ گیا۔ پلنگ پر لیٹ کر آنکھیں بند کر کے اس نے سو جانے کی بہت کوشش کی۔ مگر اسے نیند نہیں آئی اس کے دماغ میں ہیجان بپا تھا۔ اس کی آنکھوں میں لوسی کا اُبھرا ہوا پیٹ سمایا ہوا تھا۔ وہ پیٹ جس میں ننھا ہنری چھپا ہوا تھا۔

سات انگلیوں کا گاؤں

اسپین کے ایک گاؤں سرویرا ڈی بترا گو کے رہنے والے تمام لوگوں کے ہر ہاتھ اور پاؤں میں سات سات انگلیاں ہوتی ہیں جن پر چھ چھ پورے ہوتے ہیں اور یہ بات وہاں کے بسنے والوں کے لئے اتنی عام ہے کہ وہ پانچ انگلی والوں کو عجوبۂ روزگار سمجھتے ہیں۔

لوگوں کا یہ خیال ہے کہ اس گاؤں کے لوگوں کی یہ جسمانی مماثلت اور انفرادیت آپس کی شادیوں کا نتیجہ ہے۔

مسلسل تین دن اور تین راتیں وہ اسی کرب کے عالم میں رہا۔ اٹھتے بیٹھتے سوتے جاگتے وہ لوسی کے خیالوں میں گم رہا۔ اسے لوسی پر بہت پیار آیا۔ اس کے دل میں لوسی کے لئے شدید محبتیں جاگ اٹھیں۔ لوسی جو ننھے ہنری، اس کے بیٹے کی پرورش اپنے جسم میں کر رہی تھی۔

ہنری سے نہ رہا گیا اور وہ اضطراب کے عالم میں لوسی کے گھر پہنچ گیا۔ وہ اس کی ماں سے تنہائی میں ملنا چاہتا تھا۔ خوش قسمتی سے وہ اسے راستے میں مل گئی ہنری نے اسے روک لیا اور پھولے ہوئے سانس سے کہا۔ "مجھے آپ سے بہت ضروری باتیں کرنا ہیں۔"

مریم ٹھہر گئی تو ہنری کہنے لگا۔ "میں لوسی کا راز جاننا چاہتا ہوں۔"

مریم چونک پڑی۔ "تمہیں کیسے معلوم ہوا؟"

"خود لوسی نے مجھے بتایا۔"

"ہاں! اس رات تم نے اسے کہیں کا نہ رکھا۔"

"میں یہ نہیں جانتا تھا۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ یہ بھی ہو سکتا ہے۔"

"ہاں جو کچھ ہوا وہ قدرت کا عذاب ہے۔ ایسا عذاب جس سے نجات ممکن نہیں۔"

"آہ ہنری تمہیں کیا معلوم۔ تم نے اس رات کیا قیامت ڈھائی۔ اس بھیانک اور منحوس رات کے بعد لوسی بخار میں پڑی جھلسا کی۔ ہم خائف تھے کہ کہیں وہ پاگل نہ ہو جائے اس کی چیخیں اور آہ و بکا سنی نہ جاتی تھی۔ بخار اتر گیا تب بھی لوسی بستر سے نہ اٹھ سکی۔ اس کی حالت ایسی بگڑ گئی تھی کہ ہم سے دیکھا نہ جاتا تھا۔ وہ نحیف و نزار ہو گئی تھی۔ یہ حادثہ اس کی برداشت سے باہر تھا۔ ایک مہینہ۔ پھر دوسرا مہینہ بھی اسی طرح گزر گیا۔ مجھے کچھ اور شبہ تھا۔ میں نے اپنے اس شبے کا اظہار جب لوسی سے کیا تو وہ دہل گئی اس نے پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع کر دیا۔ میں نے اس کے باپ کو اس بات کی خبر نہ کی تھی۔ جب تیسرے مہینے بھی لوسی کو غسل کی ضرورت محسوس نہ ہوئی تو پھر شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں رہی۔ میں لوسی کو لے کر شہر گئی۔ وہاں ڈاکٹر نے ہمارے شبے کی تصدیق کر دی۔ مگر ڈاکٹر

رومن کیتھولک تھا۔ اسقاط پر تیار نہ ہوا۔ ہم رُوئے گڑگڑائے لیکن وہ نہ پسیجا۔ اس نے کہا۔ ایک لوسی کی عصمت نہیں لٹی۔ بلکہ فرانس کی ہزاروں کنواریاں اپنی قسمت کو رو رہی ہیں۔ جرمن جہاں گئے، انہوں نے ساری چیزیں عزت اور آبرو سب کچھ تہس نہس کرکے رکھ دیا ہے۔ میں ایک اور نرس کو جانتی تھی۔ ناچار اس کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ نرس نے ایک دوا دی۔ مگر اس سے لوسی کی حالت میں کوئی فرق واقع نہیں ہوا بلکہ لوسی کی حالت کچھ ایسی خراب ہوئی کہ جینے کے لالے ــــ پڑ گئے۔ کچھ اثر اس دوا کا نہ ہوا۔ حمل باقی رہا۔"

مریم کی یہ بپتا ہنری خاموش کھڑا سنتا رہا۔ جب وہ اپنی روداد غم ختم کر چکی تو ہنری گم سم کھڑا رہا ــــ اس نے اپنے ہونٹ اضطراب میں سکیڑے اور کہنے لگا۔ "کل اتوار ہے۔ میری چھٹی ہے۔ میں کل آؤں گا تو اطمینان سے تفصیلی گفتگو کروں گا۔"

ہنری واپس چلا گیا تو مریم بھی اپنے گھر کی جانب روانہ ہوگئی۔

دوسرے دن ہنری ایک بڑا سا بکس لے کر آیا جب وہ گھر میں داخل ہوا تو مریم کھانا پکا رہی تھی۔ مریم کا شوہر پیٹر اخبار پڑھ رہا تھا اور لوسی موزے بُن رہی تھی۔ ہنری نے بکس کھولتے ہوئے کہا۔ "آج میں بہت سا سامان لایا ہوں خاص طور پر لوسی کے لئے۔"

لوسی کے ماتھے پر شکنیں پڑ گئیں۔ "مجھے کچھ نہیں چاہیئے۔" اس نے بگڑ کر کہا۔

ہنری کچھ کھسیانا سا ہو گیا۔ "کچھ نہیں چاہیئے، بچے کے لئے تو کچھ ضرورت پیش آئے گی۔"

لوسی سر جھکائے بنتی رہی۔ اس نے بکس کی طرف دیکھا بھی نہیں لیکن اس کی ماں اشتیاق آمیز نظروں سے اُسے دیکھ رہی تھی۔

ہنری نے مسکراتے ہوئے لوسی کو مخاطب کیا۔

"لوسی میں پہلے ایک بات کہہ دوں، میں اس رات کی حرکت پر بہت نادم ہوں، مگر اس میں میرا قصور نہ تھا۔ اس وقت مجھ پر شیطان غالب تھا۔ تم مجھے مُعاف کر دو لوسی۔"

لوسی کی نفرت میں کوئی کمی نہ آئی۔ وہ اسی شدت سے بولی: "میں تمہیں کبھی معاف نہیں کر سکتی، تم میرا پیچھا چھوڑ دو۔ مجھے غارت کر کے بھی تمہیں چین نہیں آیا اب تم اور کیا چاہتے ہو۔"

"میں یہی کہنا چاہتا ہوں لوسی کہ میں نے تمہیں بد دیانتہ غارت نہیں کیا۔ جس دن سے مجھے معلوم ہوا ہے کہ تمہاری گود بھرنے والی ہے۔ اس دن سے میری حالت عجیب ہے اب مجھے اپنے کئے پر فخر ہے۔" ہنری بولا۔

لوسی اس کے اس جملے پر تڑپ کر رہ گئی اور دانت پیس کر بولی "فخر!"

"ہاں لوسی، سچ جانو مجھے بہت فخر ہے۔ مجھے بچے کا بڑا ارمان ہے شکر ہے کہ وہ بچ گیا، ہنری کے لہجے میں بڑی معصومیت تھی۔

"تمہیں ان باتوں کا تذکرہ کرتے ہوئے شرم نہیں آتی، تم کتنے ڈھیٹ ہو۔"

"لوسی۔ اب تو مجھے ان باتوں کے سوا کوئی بات اچھی نہیں لگتی۔ جنگ کوئی چھ ماہ میں ختم ہو جائے گی مجھے فوج سے رخصت مل جائے گی اور میں تم سے شادی کر لوں گا، مجھے تم سے محبت ہو گئی ہے لوسی" ہنری نے جذباتی انداز میں کہا۔

لوسی کو ہنسی آگئی، مضحکہ خیز ہنسی، وہ اتنی ہنسی کہ اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔ اس کی ماں نے اس کی یہ حالت دیکھ کر اس کے رخساروں پر دو زبردست طمانچے رسید کیے: "تم برا نہ ماننا، یہ ہسٹریا کا دورہ ہے۔ اس کی حالت تو تم سے چھپی ہوئی نہیں ہے۔"

لوسی ہانپنے لگی، بڑی مشکل سے اس نے ہنسی ضبط کی۔

پھر ہنری نے اعلان کیا "میں آج لوسی سے اپنی منگنی کا جشن بشراب نوشی منانے آیا ہوں۔"

لوسی کی ہنسی غصے میں بدل گئی۔ اس نے حقارت آمیز انداز میں کہا "کیا ستم ہوا کہ ہمیں ان احمقوں کے ہاتھوں شکست نصیب ہوتی۔"

ہنری کو اب لوسی کی تلخ و ترش باتیں بھی شیریں اور دلنشیں لگتی تھیں۔ وہ اپنے آپ سے سرگوشی کرتا رہا۔ "مجھے تم سے محبت ہے لوسی، شدید محبت، یہ راز مجھ پر اس وقت کھلا جب تم نے اپنا ابھرا ہوا پیٹ مجھے دکھایا۔ اس وقت میری آنکھوں کے آگے بجلی کوند گئی۔ مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے مجھے تم سے ہمیشہ سے محبت ہے۔"

مریم اچانک بولی۔ "تم کیتھولک ہو؟"

"ہاں میں کیتھولک ہوں" ہنری نے بہ عجلت تمام جواب دیا۔

"یہ تو بہت اچھی بات ہے۔" لوسی کی ماں مطمئن ہو کر بولی۔

ہنری نے جذباتی باتیں شروع کر دیں۔ "ہمارا گاؤں بہت خوبصورت ہے۔ میرا باپ وہاں کا زمیندار ہے میں اس کا سب سے بڑا لڑکا ہوں۔ سارے گاؤں میں ہماری بڑی عزت ہے۔ ہمارے پاس ایک موٹر بھی ہے۔ گھر میں ایک ریڈیو بھی ہے، فون ہے، لوسی اس ماحول کو پسند کرے گی وہاں اسے کسی بات کی تکلیف نہ ہوگی۔"

لوسی طنزیہ انداز میں اپنے باپ سے مخاطب ہوئی: "ان حضرت کے پاس تو سب کچھ ہے۔ عزت، دولت شرافت۔" اس نے ہنری کو قہر آلود نگاہوں سے دیکھا۔ "اور میری وہاں خوب قدر دانی ہوگی۔ میں ایک شکست خوردہ ملک کی لڑکی ہوں اور ہونے والا بچہ لٹی ہوئی عصمت کی نشانی۔ میرا دامن خوشیوں سے بھر جائے گا، مجھے اور کیا چاہیئے، خوب خوب۔"

کم سخن باپ پیٹر نے پہلی بار زبان کھولی: "ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا مجھے یہ تسلیم کہ جنگ میں سب ہی سے ننگ انسانیت فعل سرزد ہوتے ہیں۔ مگر ہم تو بری طرح لٹ گئے۔ ہمارے پاس کیا رہا۔ ہم تو تباہ ہو گئے۔ سب کچھ تو چھین لیا گیا۔ ہمارا جواں سال بیٹا جنگ کی بھینٹ چڑھ گیا۔ اب ہمارے پاس کیا رکھا ہے جو تم ہمارا مذاق اڑا رہے ہو، بس ایک لوسی رہ گئی ہے، ہم اسے کس طرح جدا کر دیں۔"

ہنری آہستہ سے بولا۔ "میرا ایک بھائی بھی ہے، جو باپ کے ساتھ رہ لے گا۔ میں یہاں رہوں گا۔ مجھے یہ ملک بہت پسند ہے۔ فرانس میں اب بہت کم مرد رہ گئے ہیں۔ تمہاری زمینیں بھی بغیر کاشت کے پڑی ہوئی ہیں۔ میری مدد سے تمہاری زمینوں میں بہت کچھ پیدا ہو سکتا ہے۔"

پیٹر اور مریم نے ایک دوسرے کی جانب دیکھا۔ لوسی سمجھ گئی کہ وہ پھسل رہے ہیں۔ اس کے بھائی کے انتقال کے بعد وہ دونوں اسی ارمان میں تھے کہ کوئی جواں سال داماد آجاتے جو اُن کا کاروبار سنبھال کر ضعیفی کا سہارا بن

سکے:"

"اب کچھ دوسرے پہلو سامنے آتے ہیں۔ بات کا رخ پلٹ چکا ہے۔" مریم نے اپنے شوہر کی طرف دیکھ کر کہا۔ "میرا خیال ہے اس پر غور کیا جا سکتا ہے۔"

لوسی اپنی ماں کی یہ بات سن کر بھڑک اٹھی۔ "چپ رہئے امی، خدا کے لئے ہوش میں آئیے۔" پھر وہ ہنری سے مخاطب ہوتی۔ "میری منگنی ہو چکی ہے، کچھ سنا تم نے میری منگنی ہو چکی ہے۔ میرا منگیتر میرے ساتھ اسکول میں پڑھتا تھا جنگ کے بعد ہماری شادی ہو جائے گی، وہ تمہاری طرح وحشی نہیں، وہ ایک مہذب انسان ہے۔ میں اس سے محبت کرتی ہوں۔ دل و جان سے اسے پیار کرتی ہوں۔ تمہاری ہوسناکیاں تو میرے جسم تک محدود رہیں، لیکن میری روح اس کی ہے۔ اسی کے لئے ہے۔"

ہنری کا چہرہ فق ہو گیا۔ آج تک کسی نے اس سے یہ نہیں بتایا تھا کہ لوسی کسی اور سے محبت کرتی ہے۔ اس نے اداس لہجے میں سوال کیا،

"آج کل وہ کہاں ہے؟"

"جرمنی میں ہے اور کہاں ہے۔۔؟ وہ نازیوں کی قید میں بھوکا مر رہا ہے اور تم یہاں کھا کھا کر سانڈ ہو رہے ہو میں تم سے بار بار کہہ چکی ہوں کہ مجھے تم سے شدید نفرت ہے۔"

لوسی بولتے بولتے نڈھال ہو گئی۔ اس کے غمزدہ چہرے سے عیاں تھا کہ وہ بڑی اذیت میں مبتلا ہے۔ ایک جان گسل عذاب کی زد میں ہے۔ اس نے سنبھل کر پھر اپنا نوحہ شروع کر دیا۔ "مجھے تم نے کہیں کا نہ رکھا مگر وہ مجھے ضرور معاف کر دے گا، وہ بہت نرم دل ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ کہیں اسے یہ شبہ نہ ہو جائے کہ ــــ میں مظلوم نہیں بلکہ میں نے اپنا جسم مکھن پنیر گوشت کے چند ٹکڑوں کے عوض فروخت کر دیا۔ فرانس کی بہت سی لڑکیوں نے بھوک سے تنگ آکر ایسا کیا ہوگا۔ اگر اسے میرے بارے میں ایسی غلط فہمی ہو گئی تو میرا کیا انجام ہوگا اُف خدا لگتا ہوں کی یہ پوٹ یہ نہ مٹنے والی نشانی، میں کیا کروں، کہاں جاؤں" لوسی گریہ ـــ کرنے لگی۔ "میں یہ عذاب کس طرح برداشت کروں گی۔" وہ ایک دم کھڑی ہو گئی اور گرتی پڑتی کمرے سے باہر چلی گئی۔

چند لمحے کمرے میں خاموشی رہی۔ پھر ہنری ایک سرد اور طویل آہ بھر کر کھڑا ہو گیا۔ جب وہ چلنے لگا تو مریم بھی اس کے ساتھ چلی اور اس نے دھیمے لہجے میں سوال کیا۔ "کیا واقعی تم اس لڑکی سے شادی کرنا چاہتے ہو۔"

"ہاں واقعی۔ تو کیا میں یہ سب جھوٹ بول رہا ہوں مجھے اس سے محبت ہے، میں اس سے یقینی طور پر شادی کرنا چاہتا ہوں۔" ہنری نے مضطرب ہو کر کہا۔

"ہم خود نہیں چاہتے کہ لوسی کی اس شخص سے شادی ہو۔ مگر ہمارے مرحوم بیٹے کا خیال تھا کہ اگر لوسی اُسے چاہتی ہے تو یہ رشتہ ہو جانا چاہئے لیکن اب تو دنیا بدل گئی ہے۔" اتنے میں وہ دونوں سڑک تک پہنچ گئے اور مریم نے سنجیدگی سے کہا۔ "پھر جلدی آنے کی کوشش کرنا۔"

اور ہنری دل برداشتہ ہو کر اسے خدا حافظ کہتے ہوئے رخصت ہو گیا۔ واپس جاتے ہوئے ہنری کے لئے کم از کم یہ خیال ضرور تسلی بخش تھا کہ مریم اس کی طرف دار ہے۔ مگر وہ مضمحل تھا! یہ کون شخص درمیان میں آپڑا، وہ سوچ رہا تھا لوسی کو واقعی کسی اور سے محبت ہے، اس نئی آفت سے چھٹکارا کیسے حاصل کیا جائے؟ اس کا ذہن پریشان تھا، ابھی تو اس کا محبوب قید میں ہے اس کی رہائی سے پہلے تو بچے کی ولادت ہو چکی ہوگی۔ پھر شاید

لوسی بدل جائے۔ عورت کا کیا ٹھیک پل میں تولہ۔ پل میں ماشہ۔ ایسی صورت میں جب کہ اسنے شادی کی پیش کش کر دی ہے۔ ممکن ہے اس کے دل میں میری محبت پیدا ہو جاتے، وہ کتنی ذہین ہے۔ اس کی تلخ کلامی میں کتنا رس ہے۔ کتنی مہذب اور دل پر اثر کرنے والی گفتگو کرتی ہے وہ"۔ ہنری اپنے آپ سے باتیں کر رہا تھا۔" وقت اور چاہیئے۔ پھر اس کے دل میں میرے لئے محبت ضرور پیدا ہو جائے گی۔ میرا بچہ، میرا آفتاب جب طلوع ہو گا تو میری دنیا جگمگا اٹھے گی۔ بچے کو دیکھ کر سنگدل لوسی بھی یقیناً پگھل جائے گی"۔

چند دن بعد ہنری پھر آیا تو اس نے پیٹر کے ساتھ ان کی زمینوں کو دیکھا۔ پیٹر کو اپنے منصوبوں سے آگاہ کیا کہ وہ کھیتی باڑی کے لئے جدید سامان خریدے گا۔ اب، مشینوں کا دور ہے۔ کھیتی باڑی میں ترقی مشینوں کے ذریعے ہی ہو سکتی ہے۔ مریم نے بعد کو ہنری کو بتایا کہ اس کا شوہر اس کی بڑی تعریف کرتا تھا۔ مریم اور پیٹر دونوں ہنری سے مانوس ہو گئے تھے۔ ہنری کے انداز میں سعادت مندی شامل ہو گئی تھی اور دونوں اس سے شفقت سے پیش آتے تھے۔ ہر اتوار کو ہنری کی دعوت مریم کرتی، ہنری بھی کام کاج میں اس کی مدد کرتا۔ جیسے جیسے لوسی محنت و شفقت سے منذ دور ہوتی گئی۔ یہ لوگ ہنری کی مدد کے محتاج ہوتے گئے۔

ہنری اب اس کی عادت بنتا جا رہا تھا۔ لوسی کی برہمی ویسی ہی رہی جیسی پہلے تھی۔ وہ کبھی اس سے بات نہ کرتی، جیسے جیسے اس کے ماں بننے کے دن قریب آتے جاتے اس میں ہنری کو ایک انوکھی تمکنت نظر آتی۔ وہ اسے اور دلکش نظر آتی۔ ہنری اس کو بڑی آرزوؤں سے دیکھتا اور دیکھتا رہ جاتا۔ وہ اسے ہمیشہ صحت کا خیال رکھنے کو کہتا اور چلتے پھرنے سے منع کرتا اور لوسی نفرت سے اس کی طرف سے گردن پھیر لیتی۔

ایک دن ہنری لوسی کے گھر آ رہا تھا تو راستے میں مریم مل گئی۔ اس نے ہنری کو روک کر کہا۔ "آج تم واپس چلے جاؤ۔ گیول کا انتقال ہو گیا"۔

"کون گیول"؟ ہنری نے پوچھا

"وہی لوسی کا منگیتر"۔

ہنری کا دل گیول کی موت کی خبر سن کر خوشی سے ناچنے لگا۔ اس کی مراد بر آئی۔ اب اس کے ارمان پورے ہو جائیں گے اس نے مریم سے دریافت کیا۔" کیا لوسی بہت رو رہی ہے"؟

"آنسو اب اس کے پاس کہاں، اس کا دل رو رہا ہے۔ آج تمہارا اس کے پاس جانا ٹھیک نہیں"۔

"گیول کو میں نے تو نہیں مارا"۔ اس نے برہمی سے کہا پھر بولا" اطلاع کیسے ملی"۔

"ایک قیدی نے خط لکھا ہے، جرمنی میں قیدی بھوکوں مر رہے ہیں۔ انہوں نے فاقہ کشی سے تنگ آ کر ہنگامہ کر دیا تھا، سو ان کے رہنماؤں کو گولی سے اڑا دیا گیا گیول انہی میں شامل تھا"

ہنری نے دل میں کہا" اچھی سزا ملی قید خانہ کوئی اس کے باپ کا گھر تھا"۔

"اب وقت کا مرہم ہی لوسی کے زخموں کو مندمل کر سکے گا۔ تم اطمینان رکھو تمہارا راستہ بظاہر صاف ہو گیا ہے"۔ مریم نے اس کی پیٹھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا اور ہنری خوشی میں جھومتا ہوا واپس چلا گیا۔

گیول کی موت کی خبر کو دس روز گذر گئے تو رات کا کھانا کھانے کے بعد مریم اور پیٹر نے طے شدہ منصوبے

کے مطابق لوسی کو ہموار کرنا شروع کر دیا۔ وہ زمانے کی اونچ نیچ اسے بہت دیر تک سمجھاتے رہے لیکن لوسی پر ان کی باتوں کا کوئی اثر مرتب نہ ہوا۔ وہ بڑے عجز سے بولی۔"امی آپ یقین کیجئے۔ مجھے اس وحشی نازی فوجی سے شدید نفرت ہے۔ اگر میں اسے قتل کر سکتی تو اس کی جان لے کر بھی شاید مجھے تسکین نہ ہوتی، کاش میں اس پر کوئی ایسا ظلم ڈھا سکتی جیسا اس نے مجھ پر توڑا ہے۔ میں اس سے انتقام لینا چاہتی ہوں، جو کانٹا اس نے مجھے چبھویا ہے ویسا ہی کانٹا میں اسے چبھوئے بغیر چین سے نہیں رہ سکتی۔"

مریم نے ہار نہیں مانی اور اسے سمجھانے کی مہم جاری رکھی۔"میری بچی تم جیسی تعلیمیافتہ لڑکی کو دوراندیش ہونا چاہئے۔ پچھلی باتوں کو بھول جانے ہی میں بہتری ہے اپنی خاطر اور اپنے بچے کی خاطر ہنری کو اپنا شوہر بنا لو یہی اس وقت دانشمندی کی بات ہے۔"

لوسی نے ماں کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا اس کے چہرے سے شدید بیزاری ٹپک رہی تھی۔ اس لئے ماں نے لوسی سے مزید گفتگو مناسب نہیں سمجھی۔

دوسرے دن ہنری آیا تو لوسی نے غیظ و غضب کے عالم میں اسے مخاطب کیا۔

"تم یہاں میرے پاس بیٹھو۔ امی اور پاپا تو باہر گئے ہوئے ہیں لیکن مجھے تم سے آج فیصلہ کن باتیں کرنا ہیں ادھر بیٹھو" اس نے ایک کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

ہنری کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔

لوسی نے کہنا شروع کیا۔"تم بہت چالاک اور بڑے کمینے شخص ہو۔ میں جانتی ہوں تم نے تحفوں کی بارش کر کے مہنری وعدوں کے جال میں پھنسا کر میرے والدین

وضع داری

ہندوستان کے مشہور شاعر گوپی ناتھ امن دہلوی کے بزرگ منشی لچھمن پرشاد واجد علی شاہ کے عہد میں کپتان روشن الدولہ کے ماتحت مشعل خانۂ شاہی کے دیوان رہے تھے۔ سلطنت اودھ سے ان کی وفاداری کا اندازہ مندرجہ ذیل واقعے سے کیا جا سکتا ہے۔

حکومت برطانیہ نے انہیں سرکاری عہدہ پیش کیا، مگر اس پیشکش کو انھوں نے یہ کہہ کر رد کر دیا کہ "ہندو عورت کا سہاگ اس کے شوہر کے ساتھ ہوتا ہے بیوہ ہونے پر وہ دوبارہ شادی نہیں کرتی۔"

کو رام کر لیا ہے۔ ان کا اصرار ہے کہ میں تم سے شادی کر لوں تم سے، جس نے میری زندگی کا سکون غارت کیا اور مجھے اب خود سے نفرت ہو گئی ہے۔ سنو، میری بات غور سے سنو۔ اس خیال میں نہ رہنا کہ میں تم سے شادی کر لوں گی، میں تمہیں ہرگز اپنا شوہر تسلیم نہیں کر سکتی، یقین کرو مجھے تم سے جو نفرت ہے وہ بیان سے باہر ہے"

ہنری نے اس کی باتیں غور سے سنیں اور سنجیدگی سے بولا۔"مگر لوسی مجھے تم سے اتنی ہی محبت ہے۔ جتنی تمہیں مجھ سے نفرت، میں تمہاری پوجا کرتا ہوں، کیا تمہارے دل میں کسی بھی لمحے مجھے معاف کر دینے کا خیال نہیں آتا، کیا تم اپنے بچے کیلئے بھی ایک باپ کی ضرورت محسوس نہیں کرتیں؟"

لوسی نے اپنی اسی شعلہ بار آواز میں جواب دیا "میری نظر میں تم صرف ایک وحشی جرمن فوجی ہو، درندگی جس کا شعار ہے اور میں فرانس کی ایک بے بس بیٹی۔ یہ بچہ جو میں اپنے پیٹ میں چھپائے ہوئے ہوں۔ بربریت اور قوت کے نشے کی شرمناک نشانی ہے، میں تم سے ایک ہی بھیک مانگتی ہوں کہ مجھ بدنصیب پر اب رحم کرو، میرا پیچھا خدا کے لئے چھوڑ دو۔"

"مگر وہ بچہ میرا بھی تو ہے اور اس کے لئے میرے دل میں بڑے ارمان ہیں،" ہنری نے گڑگڑا کر کہا۔

لوسی حیرت زدہ انداز میں بولی "تمہیں — ایک درندے کو مقدس جذبوں سے کیا کام۔ درندگی تمہارا کام ہے، تم وہی پیشہ جاری رکھو۔"

ہنری پر پھر جذبات غالب آ گئے "تم نہیں سمجھ سکتیں۔ اس دن جو کچھ ہوا، وہ واقعی غلط ہوا، مگر اب مجھے بہت فخر ہے۔ مجھے کتنی خوشی ہے میں بیان نہیں کر سکتا۔ اصل میں مجھے خود نہیں معلوم تھا کہ میں تم سے کتنی محبت کرتا ہوں۔ یہ راز تو اسی دن کھلا جب تم نے مجھے بتایا کہ تم میرے بچے کی ماں بننے والی ہو — میرا بچہ — پہلے تو مجھے یقین ہی نہ آیا۔ یہ میرے لئے بہت عجیب و غریب بات تھی۔ میں نے تو اس احساس کو اس سے پہلے محسوس ہی نہیں کیا تھا۔ شاید تم میرا مطلب سمجھ رہی ہو، اب میرے لئے تمام دنیا میں اس بچے سے زیادہ کوئی چیز عزیز نہیں ہے، وہی میری زندگی ہے۔ میں اپنے جذبات کا اظہار تم سے کیسے کروں۔ اس نے میرے سینے میں جو طوفان برپا کر دیا ہے۔ اُسے میں خود بھی نہیں سمجھ سکتا۔ میں نے زندگی میں ایسی لذت ایسا سرور اور ایسی کیفیت پہلے کبھی محسوس نہیں کی۔"

لوسی ٹکٹکی باندھے ہنری کو دیکھتی رہی۔ اس کی آنکھوں میں غیر معمولی روشنی پیدا ہوئی۔ فاتحانہ خوشی کی چمک۔ وہ بولی "میں فیصلہ نہیں کر سکتی کہ تمہاری حیوانیت یا تمہاری جذباتی طبیعت، ان دونوں میں کون سی چیز زیادہ قابلِ نفرت ہے۔"

ہنری نے گویا کچھ سنا ہی نہیں۔ وہ اپنے خوابوں میں کھویا کہتا رہا۔ "مجھے تو اب ہر گھڑی صرف اپنے لڑکے کا خیال رہتا ہے۔"

"اچھا تو تم نے یہ بھی طے کر لیا کہ وہ لڑکا ہی ہوگا۔" لوسی طنز سے بولی۔

"ہاں وہ لڑکا ہی ہوگا۔ میرا پیارا لڑکا، میری امیدوں کا سہارا، میری آرزوؤں کا مرکز۔ میرے خوابوں کی تعبیر، میں اسے ایک عظیم آدمی بناؤں گا۔ ایک عظیم شخص، اس دنیا میں کسی شخص کا ایسا بیٹا نہ ہوگا۔"

لوسی ہنری کو بے رحم نگاہوں سے گھورے جا رہی تھی وہ سنگدلی کا مجسمہ بنی ہوئی تھی۔

ہنری کہتا رہا "جب تم اس ننھے سے میری محبت میری وارفتگی دیکھو گی تو شاید تمہیں مجھ سے محبت ہو جائے لوسی میں تمہارا بہترین رفیق ثابت ہوں گا۔"

لوسی خاموش رہی اور ہنری کو انہی خوفناک نظروں سے دیکھتی رہی۔

ہنری پھر بولا "کیا میں تمہاری ایک نگاہِ التفات کے بھی قابل نہیں ہوں۔"

لوسی کے رخسار تمتما اُٹھے۔ اس نے غصے میں اپنے ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ کو مسلتے ہوئے کہا "مجھے تم سے اور تمہارے اس بچے سے نفرت ہے۔ میں اپنے اس جسم کو حقیر سمجھتی ہوں۔ جس میں یہ ذلت پرورش پا رہی ہے۔ میرا ارادہ اٹل ہے۔ دنیا کی کوئی طاقت میرے ارادے کو نہیں بدل سکتی۔"

ہنری نے ایک سرد آہ بھری اور کھڑا ہو گیا۔ وہ اداسی کے ساتھ آہستہ آہستہ چلتا ہوا گھر سے نکل گیا۔ لوسی سڑک تک اسے جاتا دیکھتی رہی۔ ہنری کی چال میں بوجھل پن تھا، احساسِ شکست تھا۔

ہنری تقریباً دو ہفتے بہت مصروف رہا۔ اس

دوران اس نے بہت کوشش کی مگر اسے چھٹی نہ مل سکی، آج شام سے ہی گھٹا ٹوپ اندھیرا چھا گیا تھا۔ غضب کی سردی تھی اور ہلکی ہلکی برف باری ہو رہی تھی۔ چاروں طرف بھیانک اداسی چھائی ہوئی تھی۔ مگر ہنری موسم کی شدت سے بے نیاز لوسی کے گھر کی جانب چلا جا رہا تھا۔ بہت مشکل سے اسے چھٹی مل سکی تھی۔

جب وہ لوسی کے گھر پہنچا تو اسے دیکھتے ہی مریم چلائی۔ "ارے ہنری! ہنری تم آ گئے۔ ہم تو سمجھے تھے نہ جانے تم کہاں چلے گئے۔ آج ہی صبح لوسی کے لڑکا ہوا ہے۔ بالکل تمہاری شکل ہے۔ ہو بہو تم۔"

ہنری کا چہرہ دمکنے لگا۔ اس کا دل بلیوں اچھلنے لگا اس نے عالم مسرت میں جھومتے ہوئے مریم کے گلے میں بانہیں ڈال دیں اور اس کی پیشانی چوم لی۔

"اتوار کے مبارک دن ولادت ہوئی ہے۔ بہت بھاگوان ہو گا۔ لوسی کیسی ہے؟" اس نے بے اختیار پوچھا

"بالکل اچھی ہے۔ کل رات سے درد شروع ہوئے اور صبح ہوتے ہوتے بچہ ہو گیا۔" مریم مسکراتے ہوئے بولی، "اس کے بال بہت خوبصورت ہیں۔ بالکل تمہارے جیسے اس کی آنکھیں نیلی ہیں۔ بالکل تمہاری طرح۔ میں نے ایسا پیارا بچہ آج تک نہیں دیکھا، وہ بالکل اپنے باپ پر گیا ہے۔"

ہنری رقص کرنے لگا۔ "میں آج کتنا خوش ہوں، میں کتنا خوش نصیب ہوں، میں باپ بن گیا، میں ــ با ــ باپ ایک خوبصورت بچے کا باپ، میرا بچہ، خدا کے لئے مجھے جلد اس کے پاس پہنچا دو۔ میں اسے دیکھنے کے لئے تڑپا جا رہا ہوں۔"

مریم بولی "معلوم نہیں اس وقت لوسی سے تمہارا ملنا مناسب ہو گا یا نہیں یا لوسی تم سے ملنا بھی چاہے گی یا نہیں میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔ اگر تمہیں دیکھ کر اس کا پارہ چڑھ گیا تو بچے کے لئے دودھ نہیں اترے گا۔"

ہنری نے اضطراب میں سر کو جھٹکا دیا۔ "مگر مجھے میرا بچہ تو دکھا دو چند لمحوں کے لئے۔ میں اپنے بچے کو دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"دیکھو میں کوشش کروں گی۔" مریم نے کہا۔ "ممکن ہوا تو بچے کو نیچے لے آتی ہوں۔"

مریم دبے پاؤں اوپر چڑھی لیکن فوراً ہی بدحواس چیختی چلاتی نیچے اتر آئی۔ "وہاں کوئی نہیں ہے ہنری، لوسی بھی نہیں ہے۔ بچہ بھی نہیں ہے۔"

ہنری اور پیٹر یہ سنتے ہی ہکا بکا رہ گئے اور بغیر کچھ سوچے سمجھے تینوں اوپر چڑھ گئے۔ کمرے کی ہر چیز پر اداسی چھائی ہوئی تھی۔ مریم ادھر ادھر دیوانہ وار چیختی چلاتی پھر رہی تھی۔ "لوسی، لوسی۔ ارے تو کہاں گئی؟"

پھر وہ سب نیچے بھاگے آئے۔ گھر کا چپہ چپہ ڈھونڈتے پھرتے رہے باہر دیکھنے کے لئے کھڑکی کھولی تو برفانی ہواؤں کے جھکڑ شائیں شائیں کرتے اندر گھس آئے اور انھوں نے فوراً کھڑکی بند کر دی۔

"برف کے اس طوفان میں اگر وہ باہر چلی گئی ہے تو غضب ہو گیا" مریم نے روتے ہوئے کہا۔

ہنری کا سر چکرانے لگا۔ "مگر وہ باہر کیسے جا سکتی ہے؟"

"وہ پچھلے دروازے سے نکل گئی ہو گی اور کیسے گئی ہو گی۔" مریم نے الجھتے ہوئے جواب دیا۔

پیٹر پچھلے دروازے کے پاس گیا "ہاں ٹھیک کہتی ہو، چٹخنی کھلی ہوئی ہے" پیٹر نے گھٹی گھٹی آواز میں کہا۔

"کیسی دیوانی لڑکی ہے ایسے میں کہاں نکل گئی" مریم اضطراب سے کمرے میں ٹہلنے لگی۔

"جلدی چلو۔ یہاں کیوں کھڑے ہو" ہنری حد بے چینی کے عالم میں بولا۔" جلدی چلئے۔ ہمیں اسے تلاش کرنا چاہئے بتائیے، کس طرف چلیں"۔

مریم نے لرزتی آواز میں کہا "دریا کی طرف چلو"

یہ سنتے ہی ہنری پر گویا بجلی گر پڑی۔ وہ پتھر کی مورت بنا آنکھیں پھاڑے کھڑے کا کھڑا رہ گیا۔

"میرا دل دھڑک رہا ہے، خدا کے لئے کوئی میری لوسی کو بچاؤ" مریم نے گریہ زاری شروع کر دی۔" ارے کچھ کرو، جلدی کرو"۔

ہنری نے ہمت کر کے آگے قدم بڑھایا اور دروازے کے پٹ کھولے ہی تھے کہ لوسی چوکھٹ پر دکھائی دی، نیم عریاں، پانی میں شرابور۔ اس کے بال الجھے ہوئے تھے اور لمبی لٹیں شانوں اور سینے پر بکھری ہوئی تھیں۔ چہرے پر دودھ جیسی سفیدی پھوٹی ہوئی تھی۔ اس کی آنکھوں میں ویرانی اور وحشت کے ساتھ عجب طرح کی ایک چمک تھی۔

مریم نے تڑپ کر اپنی بیٹی کو سینے سے لگا لیا۔ میری بچی تجھے کیا ہو گیا میری بچی۔ بتا تو برف کے اس شدید طوفان میں کہاں چلی گئی تھی۔ بچہ کہاں ہے"؟

مگر لوسی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس نے ماں کو سامنے سے ہٹایا اور خونخوار شیرنی کی طرح ہنری کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے بولی: "تم ٹھیک وقت پر آ گئے"

مریم درمیان میں بول پڑی "ارے بچے کا تو نے کیا کیا"؟

"جو مجھے کرنا چاہئے تھا" لوسی نے سرد لہجے میں جواب دیا۔

ہنری تلملایا۔" لوسی خدا کے لئے بتاؤ، جلدی بتاؤ میرا بچہ کہاں ہے"؟

"تمہارا بچہ!" لوسی نے مسکراتے کی کوشش کرتے ہوئے کہا" تمہارا بچہ۔ اس نازی جرمن زادے کو میں نے سامنے دریا میں برف کے تودوں کی نذر کر دیا۔ وہ بالکل تمہاری شکل تھا۔ وہ بہت تڑپا، چلا رہا اور چلایا۔ میں نے اس میں تمہیں دیکھا اور خوش ہوئی۔ مجھے آج سکون ملا"

ہنری نے ایک فلک شگاف چیخ ماری۔ جیسے کوئی گھائل جان کنی کے وقت چلاتے۔ وہ اپنا منہ پیٹتا روتا، چیختا، چلاتا ٹھوکریں کھاتا باہر نکل گیا۔

اور لوسی فاتحانہ تبسم کے ساتھ لڑکھڑاتی ہوئی کرسی پر گر پڑی۔